لسانی و علاقائی میلانات: سرائیکی تحریک کے تناظر میں
(تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

ڈاکٹر شہناز طارق و پروفیسر ڈاکٹر حمیرا عارف دستی

پاکستان ایک مختلف النوع معاشرہ پر مشتمل ہے جہاں بہت سے لسانی و ثقافتی گروہ بستے ہیں ایسے میں اس کے جمہوری اداروں کو مستحکم کرنے کیلئے ایسے سازگار حالات اور ماحول پیدا کرنا ضروری ہے جس سے نظام کی موثر کارگزاری کو یقینی بنایا جائے۔ پاکستان میں وفاقیت وہ واحد قابل عمل طریقہ ہے جہاں متصادم مفادات اور معاشرتی گروہی، لسانی اور ثقافتی اختلافات ہم آہنگ ہو سکتے ہیں اور مختلف النوع گروپ ایک عمومی حکومت کے تحت اپنی علیحدہ شناخت کھوئے بغیر اپنا وجود برقرار رکھ سکتے ہیں۔ دساتیر کی تنسیخ، سیاسی عدم استحکام اور متعدد سیاسی تغیرات جو ۱۹۷۱ء میں ملک ٹوٹنے پر اپنی انتہا کو پہنچے۔ ان واقعات سے کسی صورت بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وفاقی نظام ناکام ہوا یا قابل عمل نہیں رہا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جاگیرداروں اور سول اور ملٹری بیورو کریسی نے اس کو صحیح معنوں میں کام کرنے ہی نہیں دیا۔

زیر نظر مقالہ میں لسانی اور علاقائی حوالے سے سرائیکی تحریک کے آغاز و ارتقاء کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان عوامل پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جنہوں نے لسانی اور علاقائی مسائل کو فروغ دیا اور پاکستانی سیاست اور وفاق پر اس کے دوررس اثرات کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ تاہم اس بحث میں زبان کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

دنیا بھر میں ان گنت زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جب زبان اور اس کے مضمرات کے مسائل اور مباحث چھیڑتے ہیں تو کوئی مخصوص زبان قرار نہیں دی جاتی نہ ہی کسی عالمی یا آفاقی زبان کا تصور ذہن میں ہوتا ہے۔ کسی آفاقی زبان کا وجود رہا بھی نہیں ہے ہاں گویائی کا ملکہ عالمی حیثیت ضرور رکھتا ہے اسے حیاتیاتی ورثہ کہہ لیجئے یا وہبی عطیہ۔ دنیا کی مختلف زبانوں کے طرح طرح کے روپ اور اس کے مظاہر ہیں۔ ان کی ملتی جلتی خصوصیات کی تعمیم پیش نظر رہتی ہیں۔ انسان نے اپنی طویل تاریخ میں جو اکتسابات کئے ہیں ان میں انتہائی بیش بہا ''زبان'' ہے۔ انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے۔ زبان کے ذریعے خیالات، جذبات

اور احساسات کے ظاہر کرنے کی قوت صرف انسان میں موجود ہے، اور یہی وہ خصوصیت ہے جو انسان کو باقی مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ سماجی رشتے زبان کے ذریعے مستحکم ہوتے ہیں۔ ذہنی و تہذیبی اور اخلاقی و روحانی ورثے اسی کے مرہون منت ہیں۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور اُردو کے پہلے ماہر لسانیات ہیں جنہوں نے زبان کی واضح تعریف کی ہے لکھتے ہیں کہ

''زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی ان تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے جن میں زیادہ تر قوت گویائی شامل ہے اور جن کو ایک دوسرا انسان سمجھ سکتا ہے اور جس وقت چاہے اپنے ارادے سے دہرا سکتا ہے''۔[1] ہادی حسین نے زبان کی جو تعریف کی ہے وہ بھی نسبتاً واضح ہے:۔

''زبان علامتوں کا ایک نظام ہے جو انسان کے درمیان ابلاغ کا ذریعہ ہوتا ہے یا بن سکتا ہے۔''[2] مغرب میں انیسویں صدی کے اوائل ہی سے ''لسانیات'' سائنسی حیثیت اختیار کرنے لگی تھی۔ لہذا زبان انسانی عمل کی ابتدائی لیکن خاصی مکمل صورت ہے۔ زبان کی ساخت اتنی کامل اور اجزاء اتنے مکمل ہوتے ہیں کہ بولنے والے کیلئے ہر قسم کے ذہنی و جذباتی تجربوں کو لسانی سانچوں میں ڈھالنے کے امکانات مہیا ہو جاتے ہیں۔

جب قومیں اقتصادی، سماجی، مذہبی لحاظ سے ارتقاء کے منازل طے کرتی ہیں تو زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ علماء جہاں اپنی علمی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اصطلاحات وضع کرتے ہیں وہاں عوام اپنے لسانی اصولوں کے تحت غیر شعوری طور پر الفاظ کی تراش خراش کرتے رہتے ہیں۔ تاریخی اور نسلی اعتبار سے دنیا کی زبانوں کو آٹھ بڑے بڑے خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) سامی (۲) ہند چینی (۳) دراوڑی (۴) مونڑا (۵) افریقہ کی بانتو (۶) امریکی (۷) ملایا (۸) ہند یوروپی[3] کیونکہ زبان کا اقوام کے طریقہ بود و باش، عادات و رسوم، ذرائع ابلاغ عامہ اور مذہبی عقائد سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہر زبان اپنے بولنے والوں کی ذہنی کیفیت، ثقافتی ورثہ، اقتصادی حالت، معاشی زندگی اور گوناگوں جذبات و احساسات کی عکاسی کرتی ہے۔ یوں تو پاکستان میں بہت سی زبانیں علمی اور ادبی اعتبار سے اہم ہیں لیکن میرا موضوع سرائیکی زبان اور اس بنیاد پر سرائیکی تحریک کا جائزہ لینا ہے۔ اس لیے پہلے سرائیکی زبان کی ابتداء کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ کس طرح اس کی ترقی اور ترویج ہوتی رہی اور کس طرح سرائیکی زبان نے مختلف تاریخی و ارتقائی مراحل طے کیے۔ ''سلطنت ملتان'' میں جو زبان بولی سمجھی اور لکھی جاتی رہی اسے ملتانی زبان کہا جاتا تھا اس کا رسم الخط اپنا، اس کے حروف الگ اور اس کی آوازیں مخصوص تھیں۔ یہ زبان ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی محفوظ و مامون رہی لیکن اٹھارویں صدی سے تاریخ نے جس قدر تبدیلیاں دیکھی اور اس خطہ ارضی کو جس قدر نشیب و

فراز سے گزرنا پڑا اس کے نتیجے میں سلطنت ملتان کے حصے بخرے ہو گئے اور جس حصے کو جس نام سے پکارا گیا وہاں کی زبان بھی اسی نام سے موسوم ہوتی چلی گئی۔ ملتانی، ریاستی، بہاولپوری، جھنگی، لہندی، شاہ پوری، ڈیروی، جگدالی، جٹکی، تھلی، کھتر کی وغیرہ اس کے مختلف اجزاء اور نام ٹھہرے۔[۴] جنہیں پاکستان بننے کے بعد ساٹھ ستر کی دہائی میں ایک مشترک نام دے کر 'سرائیکی زبان' کہا گیا اور آجکل اسی نام سے معروف ہے اور اس کو قدیم زبان کی سند دی گئی ہے۔ سرائیکی زبان اس وقت ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ڈویژنوں کے علاوہ جھنگ، ڈیرہ اسماعیل خان، بلوچستان کے مشرقی علاقوں اور صوبہ سندھ کے شمالی اور مغربی حصوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق چار کروڑ سے زائد افراد کی یہ مادری زبان ہے۔[۵]

انگریزوں نے ۱۸۴۹ء میں سلطنت ملتان پر قبضہ کیا تو اس علاقہ میں ان کی دلچسپی پیدا ہوئی۔ ۱۸۵۷ء میں سندھ اور ہند پر مکمل قبضہ کر لینے کے بعد انہوں نے اقتدار کو مضبوط تر کرنے اور لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے جیسی اغراض ان کے دامن گیر ہو گئیں۔ ان کے ذہنوں میں مختلف زبانوں، ثقافتوں اور تہذیبوں کو زیر کرنے کی خواہش بھی بیدار ہو گئی۔ ان مقاصد کی تکمیل کیلئے مستشریقین نے کام شروع کیا۔ انہی مستشرقین میں ایڈورڈ او برائن بھی تھے۔ جنہوں نے ۱۸۸۱ء میں سرائیکی زبان سے متعلق جمع شدہ مواد بھی شائع کر دیا۔ جس کا نام "Glossary of the Multani Language" تھا۔ اس کتاب میں ایڈورڈ او برائن نے مختلف موضوعات بالخصوص زرعی زندگی پر مشتمل اصطلاحات، الفاظ، کہاوتوں اور اشعار کے علاوہ تقریباً ۵ ہزار الفاظ کی لغت بھی شامل کی۔

ایڈورڈ او برائن سرائیکی لکھنے پر نہ صرف قدرت رکھتا تھا بلکہ وہ عوام الناس کے ساتھ خالص سرائیکی زبان بولتا بھی تھا۔ اس تجزیاتی جائزہ کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملتانی زبان جدید زبانوں میں سب سے قدیم زبان ہے اور مستقل حیثیت کی مالک ہے۔ اس زبان کے وسیع اور کثیر الاسماء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قوموں اور قبیلوں اور اس زمانے کے شہریوں نے سرائیکی کو اپنے اپنے شہروں، قوموں اور قبیلوں کے نام سے اپنایا مثلاً ''اُچی جو قصبہ اُچ کی زبان ہے (اُچ کو نقشوں میں اُچ یا اُوچ دکھایا گیا ہے) دراصل لہندا کی ملتانی بولی کا دوسرا نام ہے''۔[۶] اُچ بہاولپور کا ایک بہت قدیم قصبہ ہے اس نسبت سے اس قصبہ کی بولی کو اُوچی کہا گیا حالانکہ یہ بہاولپور یا ملتانی زبان کے علاقے کی زبان سے ذرا بھی مختلف نہیں، ایک اور توجیہہ یا روایت جو سرائیکی زبان کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے وہ یہ کہ یہ زبان زعما اور عمائدین کی زبان تھی چونکہ ملتان سندھ کا دارالحکومت تھا اس لیے یہ زبان اس علاقہ میں مروج تھی۔

سرائیکی کے معنی سرداروں کی زبان ہیں اور چونکہ یہ زبان وادئ سندھ کے صدر مقام کی زبان تھی اس لیے سندھ کے باج گزار علاقے اسے سرائیکی کے نام سے پکارتے تھے۔[۷]

جنوب میں سرائیکی بالائی سندھ میں خصوصاً جیکب آباد سکھر اور خیر پور میں اور مری بگٹی کے علاقے اور بلوچستان میں کچھی کے علاقے میں بولی جاتی ہے۔[۸]

بہرالحال، سرائیکی زبان کی اصطلاح ۱۹۶۰ء میں سرائیکی کی تمام بولیوں کے لئے استعمال ہونے لگی تھی۔[۹]

ملتانی زبان کے علاقے میں جو اضلاع شامل ہیں وہ ملتانی ثقافت اور تہذیب کا گہوارہ رہے ہیں۔ سرائیکی تحریک کا آغاز علاقے کی محرومیوں کے نتیجے میں سامنے آیا۔

سرائیکی تحریک

سرائیکی تحریک قوم پرستی کی تحریک ہے۔ قوم پرست تحریکوں کا ابتدائی اظہار لسانی یا ثقافتی تحریکوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ جو بعد ازاں قومی اقتصادی وسیاسی حقوق کی تحریکوں کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ سرائیکی تحریک کا آغاز ۱۹۶۰ء میں جنوبی پنجاب میں سرائیکی زبان وادب اور ثقافت کے حوالے سے کام شروع ہوا۔ بہاولپور اور ملتان میں مختلف ادبی ثقافتی تنظیمیں قائم ہوئیں۔

سرائیکی تحریک کے ابتدائی دور میں چند سرائیکی دانشوروں نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان میں ڈاکٹر مہر عبدالحق، بشیر نظامی، ریاض ہاشمی، سیٹھ عبیدالرحمن، دلشاد کلانچوی، کیفی جام پوری اور سردار عبدالجبار کے نام آتے ہیں۔ جنہوں نے سرائیکی زبان وادب کی ترقی وترویج کیلئے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ جن ادبی وثقافتی انجمنوں نے سرائیکی زبان وثقافت کی ترقی کیلئے کام کیا اور سرائیکی تحریک کیلئے بنیاد فراہم کی ان میں بزم ثقافت ملتان (۱۹۶۱ء) سرائیکی ادبی مجلس بہاولپور (۱۹۶۲) سرائیکی اکیڈمی ملتان (۱۹۶۴ء) سرائیکی ادبی متحدہ محاذ (۱۹۷۰ء) اور سرائیکی سٹوڈنٹ فیڈریشن (۱۹۷۰ء) شامل ہیں۔ سرائیکی تحریک کے سیاسی معاشی، ثقافتی اور لسانی حقوق کیلئے ان مختلف تنظیموں نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

سرائیکی تحریک میں اگرچہ بہاولپور صوبہ کی تحریک نے اہم کردار ادا کیا لیکن بعد میں مختلف وجوہات کی بناء پر اس تحریک کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تحریک کی ناکامی سرائیکی صوبہ کی تحریک کا باعث بنی اور بہاولپور صوبہ محاذ کے رکن بعد میں سرائیکی تحریک میں شامل ہو گئے۔ ان تمام تنظیموں کی سرگرمیوں کے نتیجے میں سرائیکی لوگوں میں اپنے مظلوم ہونے کا احساس پیدا ہوا مختلف سرائیکی اضلاع کے عوام کے مابین باہمی یکجہتی کا تصور پیدا ہونے لگا۔ پھر بہاولپور صوبہ کی تحریک ختم ہو کر ایک وسیع تر

سرائیکی صوبہ کی تحریک کی شکل میں ابھری۔[۱۰] سرائیکی تحریک کے ارتقائی عمل میں کل پاکستان سرائیکی ادبی کانفرنس ملتان (۱۴تا۱۶ مارچ ۱۹۷۵ء) ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اس کانفرنس نے سرائیکی لوگوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کانفرنس کے بعد اگلے چند برسوں میں سرائیکی تحریک کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ ذرائع ابلاغ عامہ میں سرائیکی زبان کو خصوصی اہمیت دی جانے لگی یونیورسٹی اور کالجز کی سطح پر سرائیکی زبان کو سلیبس میں شامل کیا گیا۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں ۱۹۸۰ء میں سرائیکی کا شعبہ قائم کیا گیا۔ بہاءالدین ذکریا یونیورسٹی کا سرائیکی ریسرچ سنٹر اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی جو آج ایک مکمل شعبہ سرائیکی کی صورت میں موجود ہے۔ مختلف ٹی وی چینلز مثلاً وسیب، کوک اور روہی سرائیکی ثقافت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جنوبی پنجاب میں سرائیکی زبان کو علاقائی زبان کی حیثیت سے زبردست پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔

۱۵ مارچ ۱۹۸۴ء کو لاہور میں منعقد ہونے والی ایک پریس کانفرنس میں سرائیکی صوبہ محاذ کے نام سے متحرک اور فعال تنظیم بنائی گئی۔ سرائیکی لائرز فورم کے پلیٹ فارم سے جس صوبہ کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ سرائیکی صوبہ محاذ کے قیام سے اس نصب العین کے حصول کو اور زیادہ تقویت ملی۔ بہاولپور صوبہ محاذ کو سرائیکی صوبہ میں ضم کرنے کا اعلان کیا گیا کچھ عرصہ بعد تحریک حصول صوبہ ملتان اور سرائیکی صوبہ تحریک راجن پور کو بھی سرائیکی صوبہ محاذ میں ختم کر دیا گیا۔[۱۱]

پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر سرائیکی قومیت کے سوال کو بھی تسلیم کروانے کیلئے علمی جدوجہد کا آغاز کیا گیا۔ سرائیکی صوبہ محاذ کے اغراض ومقاصد درج ذیل تھے۔

۱- وفاق پاکستان میں سرائیکی قومیت کیلئے علیحدہ صوبہ کا قیام۔

۲- سرائیکی زبان وادب اور ثقافت کے فروغ کیلئے جدوجہد۔

۳- سرائیکی عوام کے معاشی، ثقافتی، استحصال کے خلاف جدوجہد اور محرومیوں کا ازالہ۔

۴- سرائیکی وسیب میں عوامی جمہوری قوتوں کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنا۔

۵- سرائیکی علاقے کی زمین سرائیکی کسانوں کو دلوانا۔

۶- سرائیکی قومیت کا پاکستان کی دوسری مظلوم اور محروم قومیتوں کے حقوق کی جدوجہد میں تعاون۔

سرائیکی کیلئے درج ذیل علاقے تجویز کیے گئے۔

ملتان ڈویژن، بہاولپور ڈویژن، ڈیرہ غازی خان ڈویژن، سرگودھا ڈویژن اور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ پر

مشتمل نئی وفاقی اکائی قائم کی جائے اور اس کو سرائیکی صوبہ قرار دیا جائے اگرچہ سرائیکی صوبہ محاذ سرائیکی قومیت کو منوانے اور سرائیکی صوبہ کے قیام کے کیلئے موثر ترین پلیٹ فارم تھا۔لیکن مختلف اوقات میں سرائیکی صوبہ کی تحریک کو شکست و ریخت کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۹۸۵ء کے انتخابات میں تو سرائیکی صوبہ محاذ اس قدر فعال نہ تھا کہ وہ الیکشن میں حصہ لے سکتے تاہم ۱۹۸۸ء کے جماعتی انتخابات میں سرائیکی صوبہ محاذ نے بھی بطور سیاسی جماعت انتخاب میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔لیکن سرائیکی صوبہ محاذ جو سیاسی جماعت نہ تھا۔ بلکہ یہ مختلف تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کا مجموعہ تھا۔اس لئے ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں جب ٹکٹوں کے لئے درخواستیں طلب کی گئیں تو سرائیکی صوبہ محاذ کو خاطر خواہ درخواستیں موصول نہ ہوئیں۔اس لئے ہر سیاسی جماعت کے رکن نے اپنی سیاسی جماعت کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔بعض لوگوں نے اسلامی جمہوری اتحاد اور بعض نے پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا۔اس طرح سرائیکی صوبہ محاذ تقسیم ہو کر رہ گیا۔۱۹۸۸ء کے الیکشن کے بعد سرائیکی صوبہ محاذ کو متحد کرنے کی کوشش کی گئی لیکن بے سود ثابت ہوئی اور ۵ مارچ ۱۹۸۹ء کو سرائیکی صوبہ محاذ جو کہ پہلے ہی عملی طور پر ختم ہو چکا تھا باضابطہ طور پر توڑ دیا گیا۔

اس کے بعد سرائیکی تحریک کو آگے بڑھانے میں "سرائیکی لوک سانجھ" (۷ نومبر ۱۹۸۵ء)، سرائیکی قومی مومنٹ (۳ نومبر ۱۹۸۸ء) اور پاکستان سرائیکی پارٹی (۱۷، اپریل ۱۹۸۹ء) اور ان کی مختلف ذیلی تنظیموں نے اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ سرائیکی تحریک کا آغاز ادبی تحریک کے طور پر ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی وثقافتی حیثیت اختیار کر گئی اور سرائیکی قومیت کا مسئلہ اٹھایا گیا اور سرائیکی کو بحیثیت پاکستان کی پانچویں قومیت تسلیم کروانے کا مطالبہ بھی کیا گیا۔لہذا سرائیکی تحریک کے مختلف رہنماؤں نے سرائیکی صوبہ کا، مطالبہ کرتے ہوئے درج ذیل عوامل پر اتفاق کرتے ہوئے انہیں سرائیکی تحریک کی بنیاد قرار دیا۔

۱- تاریخی پس منظر ۲- لسانی اور ثقافتی محرومیاں

۳- معاشی وسماجی پسماندگی ۴- جاگیردار اور بیوروکریسی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرائیکی قومیتی مسئلہ کے ابھرنے کی کیا وجوہات تھیں۔اور وہ کونسی محرومیاں تھیں جن کے نتیجہ میں سرائیکی قومیت کا نعرہ بلند کیا گیا۔کسی بھی قومیتی تحریک کے ابھرنے کی دو بنیادی وجوہات ہوتی ہیں۔اولاً جب کسی قومیت کے ثقافتی تشخص کو مجروح کیا جائے۔ثانیاً جب کسی قومیت کے اقتصادی وسائل سے اس کو محروم کر دیا جائے۔سرائیکی قومیتی مسئلے کے ابھرنے کی بھی یہی دو بنیادی وجوہات ہیں۔[۱۲] سرائیکی قومیت کے بارے میں سید ولایت حسین گردیزی نے ایک انٹرویو میں

اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سرائیکی قومیت کا سوال کوئی نیا سوال نہیں۔ سرائیکی قومیت تو موجود تھی لیکن اس کا احساس اس وقت شدید ہوا جب سرائیکی علاقے کے عوام کو ان کے علاقے میں استحصال کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے ادب وثقافت کو نظر انداز کیا گیا اور تمام تر ترقی ایک خاص علاقہ تک محدود ہو کر رہ گئی۔[۱۳]

سرائیکی قومیت کے بارے میں پاکستان سرائیکی پارٹی کے صدر بیرسٹر تاج محمد لنگاہ نے ایک انٹرویو میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان دنیا کے اکثر ممالک کی طرح کثیر السانی، کثیر الثقافتی، کثیر القومیتی ملک ہے۔ انگریزوں نے جو صوبے بنائے تھے وہ وقتی ضرورت کے تحت تھے۔ سرائیکی علاقہ کی اپنی تہذیب ثقافت اور تاریخی ورثہ ہے اور یہ قومیت کے بنیادی عناصر کو پورا کرتا ہے۔[۱۴] سرائیکی تحریک کا تجزیاتی جائزہ لیتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سرائیکی علاقے کی پسماندگی کا باعث بالائی پنجاب کی نوکر شاہی اور جاگیردار طبقہ ہے جو علاقے کی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ سرائیکی خطہ کو آبادی کے تناسب سے بجٹ میں ترقیاتی فنڈز نہیں دیئے جاتے۔ ملتان قدیم علمی وادبی وصوفیا کرام کا شہر ہے اس علاقے کی پسماندگی دور کرنے کیلئے حکومت کو چاہیے کہ وہ انقلابی تعمیر نو کیلئے موثر اقدامات کریں۔ سرائیکی تحریک صرف لسانی ہی نہیں بلکہ اصل مسئلہ اقتصادی اور سماجی محرومیاں ہیں ان محرومیوں کا ازالہ کر کے قومی یکجہتی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

سرائیکی تحریک کے وفاق پاکستان پر اثرات

سیاسی محققین اور ماہرین لسانیات نے وفاقیت کی مختلف انداز میں تعریف بیان کی ہے۔ کے۔سی۔ ویئر جو وفاقیت پر ایک سند سمجھے جاتے ہیں۔ انہوں نے وفاقیت کے قانونی اور ادارتی پہلو پر خاصا زور دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ''وفاقی اصول ایک ایسا طریقہ ہے جس کے مطابق اختیارات کی تقسیم عمل میں آتی ہے تا کہ علاقائی اور مرکزی حکومت ہر ایک اپنی حدود میں رہتے ہوئے آزاد بھی ہوں اور ایک دوسرے سے برابری کی بنیاد پر روابط استوار رکھیں۔[۱۵] بقول لیونگسٹن ''قطع نظر اس کے کہ کوئی شخص وفاق کی کس طرح تشریح کرتا ہے۔ وفاقیت کا مرکزی عنصر سیاسی اقتدار کی مختلف سطحوں کی درمیان اختیارات و وظائف کی تقسیم ہے''۔[۱۶] اے ایچ برچ نے وفاقی نظام کی اس طرح تشریح کی ہے۔

''یہ وہ نظام ہے جس میں ایک عمومی حکومت (مرکزی حکومت) اور کئی علاقائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم ہوتی ہے۔ اور ہر ایک حکومت اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے دوسروں سے تعاون کرتی ہے اور ہر ایک اپنے انتظامی اداروں کے ذریعے براہ راست اپنے عوام کیلئے کام کرتی ہے''۔[۱۷] وفاق کے حوالے سے مختلف سکالرز کے مختلف انداز فکر کے باوجود اس

بارے میں اتفاق رائے ہے کہ وفاقیت کی تشکیلی ساخت میں تقسیم اختیارات کا اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ وفاقی نظام حکومت میں مرکزی اور علاقائی عمال انحصار باہمی کے تحت ایک سیاسی رشتہ میں متحد ہو جاتے ہیں۔

اس بحث کے نتیجہ میں پاکستان کو ایک ایسی مملکت قرار دیا جا سکتا ہے جس کا معاشرہ وفاقی خصوصیات کا حامل ہے کثیر النسلی اور کثیر اللسانی ہے۔ پاکستان میں تکثیری معاشرہ کے وجود کے پیش نظر ۱۹۴۷ء میں وفاقی نظام اپنایا گیا اور بعد کے تینوں دساتیر میں بھی اس نظام کو برقرار رکھا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے گزشتہ اور موجود دساتیر کے تحت ہمیشہ انتہائی مرکز گیر حکومت کام کرتی ہے۔ علاقائی خودمختاری کی دفعات کے خلاف ورزی کی گئی یا ان سے گریز کیا گیا یا ان کا نفاذ کما حقہ عمل میں نہیں آیا۔ پاکستان میں علاقائیت کے فروغ کے پانچ اسباب ہیں (۱) مرکزیت، سیاسی استبداد کے ساتھ (۲) نسلی گروہی ولسانی اختلافات (۳) علاقوں کے درمیان وسیع معاشی عدم مساوات (۴) ایک صوبے کی دوسرے صوبے پر برتری (۵) قومی بنیاد پر ایسی سیاسی جماعت کا نہ ہونا جن کی جڑیں سارے صوبوں میں ہوں۔ [۱۸]

ایک ایسے ملک میں جہاں مختلف النوع ثقافتی ولسانی گروہ آباد ہوں علاقائیت کے جذبہ کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ علاقائیت اس وقت مسئلہ بنتی ہے جب یہ جذبہ بتدریج نشوونما پاتا ہے۔ اس جذبہ کو دبانے کی جبری کوشش مزاحمت ابھار سکتی ہے جیسا کہ اس کا مشاہدہ سابقہ مشرقی پاکستان اور بلوچستان میں کیا گیا۔ علاقائیت سے نمٹنے کیلئے وفاقی حکومت نے بعض مواقع پر علاقائیت پسندوں کو رعائتیں دیں اور بعض دفعہ طاقت استعمال کر کے اس سے نمٹنے کی کوشش کی۔ خاص طور پر مارشل لاء ادوار میں ایسا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں وفاقی نظام مسلسل دباؤ اور تناؤ کا شکار رہا۔

سرائیکی تحریک کے حامی رہنماؤں اور دانشوروں کے مطابق سرائیکی صوبہ کا قیام استحکام پاکستان کیلئے ناگزیر ہے۔ سرائیکی صوبہ کا مطالبہ کرنے والے پنجاب کو تقسیم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو اصل پنجاب ہے اسے قائم رہنا چاہیے۔ سرائیکی صوبہ بنا کر تمام صوبوں کو تقریباً متوازن کر دیا جائے، اس طرح دوسرے صوبوں کے احساس محرومی کا ازالہ ہو سکے گا۔ سرائیکی صوبہ کی معاشی ترقی، وفاعی قومی اور صوبائی ملازمتوں میں منصفانہ حصہ اور قومی زبان کے ساتھ ساتھ علاقائی زبان وثقافت کا قابل قدر لحاظ پاکستان کے استحکام اور سالمیت کا باعث بنے گا۔ سرائیکی صوبہ کے قیام کو جہاں وفاق پاکستان کے استحکام کیلئے ضروری سمجھا جاتا ہے وہاں کے اس متعلق مختلف اعتراضات بھی کئے جاتے ہیں کہ لسانی بنیادوں پر دوسرے علاقوں کے لوگ بھی علیحدگی کا مطالبہ کریں گے اور علیحدگی کا یہ سلسلہ وفاق کیلئے عدم استحکام کا باعث بنے گا۔ سرائیکی تحریک کے حوالے سے اس بحث کو ختم کرتے ہوئے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ

موجودہ وفاقی نظام چار اکائیوں پر مبنی ہے۔ ملکی مفاد اور بہتری اسی میں ہے کہ اس میں توسیع نہ کی جائے کیونکہ پھر مسئلہ

ایک صوبے تک محدود نہیں رہے گا اور ملک کی بقا وسلامتی کیلئے یہ مسئلہ انتہائی خطرناک ثابت ہوگا اور وفاق پاکستان مزید اکائیوں کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

سرائیکی تحریک خاطرخواہ کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہی اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ مثلاً سرائیکی قیادت کا فقدان اور سیاسی دھڑے بندیاں ہیں۔ یہ تحریک مختلف حصوں میں منقسم ہے اور اس کی جڑیں عوام میں نہیں ہیں اور ان کی سرگرمیاں مخصوص علاقوں تک محدود ہیں۔ ان وجوہات کی بناء پر سرائیکی تحریک میں وہ شدت اور جوش وجذبہ نہیں پایا جاتا جو عام طور پر اس قسم کی قوم پرستی کی تحریکوں میں موجود ہوتا ہے۔ ممتاز ڈار کے نزدیک:۔

مقامی لوگ ایسی نسلی سیاست کے بارے میں بے خبر ہیں اور یہاں کے مہاجر سرائیکی صوبے کے بارے میں تحفظات رکھتے ہیں اس لیے اس تحریک کے مستقبل قریب میں پہنچنے کا کوئی امکان نہیں۔ [19]

سرائیکی علاقہ کی پسماندگی دور کرنے کیلئے حکومت کو ہر سطح پر زیادہ سے زیادہ مسائل بروئے کار لانے چاہئیں تاکہ اس علاقے کے لوگوں کو احساس محرومی ختم کیا جاسکے لوگوں کو ان کے حقوق دیئے بغیر قومی یکجہتی کو فروغ نہیں دیا جاسکتا۔ پاکستان کو موجودہ حالات میں داخلی اور خارجی سطح پر بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علاقائی جماعتوں کی سیاسی قیادت مخصوص علاقوں اور گروہوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قومی یکجہتی کو نظرانداز نہ کریں اور جمہوری روایات کو فروغ دیں۔ اس صورت حال میں وفاقی وعلاقائی ہم آہنگی کو یقینی بنانے کیلئے ترجیحی بنیادوں پر منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔

عالمی سطح پر روس، کینیڈا، سری لنکا، بھارت، امریکہ اور دیگر ممالک میں لسانی نسلی اور مذہبی گروہوں میں عوام منقسم ہیں لیکن وہاں پر قومی سلامتی اور یکجہتی کے حوالے سے پاکستان کے مقابلے میں کہیں کم تنازعات پائے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے مضبوط وفاقی نظام ہے۔ علیحدگی کی علاقائی تحریکوں کا سدباب اسی صورت میں ممکن ہوگا جب وفاق میں شامل تمام یونٹوں کو ان کا جائز حصہ دیا جائے استحصال قطعاً نہ ہو۔ متناسب انداز میں وسائل تقسیم ہوں ایسی صورت میں احساس محرومی کو کم کیا جاسکتا ہے۔ علاقائی تحریکوں کی طرف سے بڑھتے ہوئے چیلنج کے پیش نظر حکوت کو مصالحانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ تناؤ اور انتشاری رجحانات کو روکا جاسکے اور سیاسی شرکت کا راستہ کھلا رکھا جائے۔

ایک تکثیری معاشرے میں چھوٹے علاقوں کا بڑے یونٹوں کے خلاف ہونا کوئی غیر معمولی مظہر نہیں ہے یہ احساس تمام وفاقی معاشروں میں مختلف درجوں میں پایا جاتا ہے اگرچہ پاکستان میں وفاقیت عمدگی سے کام نہیں کرسکی یا پھر اس کو ٹھیک طرح سے کام کرنے ہی نہیں دیا گیا لیکن اس کی غیر اطمینان بخش کارکردگی سے کسی طرح بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وفاقیت ملک کیلئے موزوں نہیں ہے۔ کیونکہ ملک میں ایک وفاقی معاشرہ اپنے شدید ثقافتی اور لسانی اختلافات کے ساتھ موجود ہے۔ اس لئے

کوئی دوسرا نظام ماسوا وفاقی نظام ملک کیلئے موزوں نہیں ہوسکتا اور خالص جمہوریت کے علاوہ کوئی دوسرا نظام اس کی بقا کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے سازگار حالات پیدا اور فراہم کیے جائیں جو اس کے کامیاب عملدرآمد کے لئے ممد و معاون اور لازمی ہیں۔[20]

حوالہ جات

۱- ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، لاہور مکتبہ معین الادب، اُردو بازار طبع ثانی، ۱۹۵۰ء ص ۲۶۔

۲- خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟، ملتان بکس گلگشت، ص ۱۲۔

۳- ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور، ہندوستانی لسانیات، لاہور مکتبہ معین الادب، اُردو بازار، ص ۴۹۔

۴- ای او برائن، ترجمہ و ترتیب نوشوکت مغل، سرائیکی لغت، ملتان جھوک پبلیشرز پاکستان، ۲۰۰۱ء، ص ۴۔

۵- ایضاً۔

۶- جارج گریرسن، Linguistic Survey of India Government، کلکتہ انڈیا پریس ۱۹۹۹ء، ص ۱۳۶۔

۷- شیخ اکرام الحق، ارض ملتان، ملتان، ۱۹۷۲ء، ص ۳۵۷۔

۸- کرسٹوفر شیکل، 'Siraiki, A language movement in Pakistan', Modern Asian Studies, ii,3, Great Britain: 1977, p.297.

۹- طارق رحمٰن، Language and Politics in Pakistan، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص ۱۷۳۔

۱۰- پروفیسر عزیز الدین احمد، کیا ہم اکٹھے رہ سکتے ہیں؟، لاہور، مکتبہ فکر و دانش، ۱۹۸۸ء، ص ۱۶۳۔

۱۱- سرائیکی صوبہ محاذ، 'منشور تے دستور'، شعبہ نشر و اشاعت، سرائیکی صوبہ محاذ، ص ۳۔

۱۲- روزنامہ 'پارس'، بہاولپور، اداریہ، مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء۔

۱۳- گردیزی، سید ولایت حسین، مرکزی نائب صدر نیشنل پارٹی، انٹرویو، ۷ ستمبر ۱۹۹۰ء۔

۱۴- تاج محمد لنگاہ، بیرسٹر، صدر پاکستان سرائیکی پارٹی، انٹرویو، ۴ مئی ۱۹۹۰ء۔

۱۵- کی سی ویئر 'فیڈرل گورنمنٹ، چوتھا ایڈیشن، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۳ء، ص ۳۳۔

۱۶- ڈبلیو ایس لیونگسٹن، "Federalism in the *Common Wealth*"، لندن، ۱۹۶۳ء، ص ۱۶۔

۱۷- اے ایچ برچ، "Federalism, Finance and Social Legislation in Canada, Australia and the United States"، آکسفورڈ ۱۹۵۵ء، ص ۳۰۲۔

۱۸- مہر النساء علی، 'پاکستان میں وفاقیت کی سیاست' آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۰ء، ص ۱۱۳۔

۱۹- ممتاز ڈار، سیکرٹری پاکستان سرائیکی پارٹی، میلسی، انٹرویو، ۸ اپریل ۲۰۰۱ء۔

۲۰- مہرالنساء، بحوالہ سابقہ، ص ۱۳۲۔

(ضمیمہ الف)

THE LANGUAGES SPOKEN IN THE SIRAIKI BELT

The Siraiki Districts	Urdu	Punjabi	Sindhi	Pashto	Baluchi	Siraiki	Others
Bahawalnagar	3.7	94.6	*	0.3	*	1.2	0.1
Bahawalpur	5.5	28.4	0.1	0.6	0.1	64.3	1.1
Leiah	3.1	32.6	0.1	1.5	*	62.3	0.4
Rajenpur	3.2	3.3	0.1	0.5	17.0	75.8	0.1
Multan	15.86	21.64	0.07	0.62	0.10	60.67	1.04
Lodhran	9.1	18.6	0.1	0.2	*	69.6	2.4
Pakpatten	3.7	95.9	*	0.3	*	*	*
Sahiwal	1.4	98.1	*	0.4	*	0.1	*
Sargodha	5.8	93.3	*	0.7	*	0.1	0.1
Khushab	1.5	96.8	0.1	0.7	*	0.6	0.6
Mianwali	3.5	74.2	0.1	10.0	*	12.0	0.2
Jhang	3.3	95.9	*	0.4	*	0.1	0.2
D.I.Khan	3.26	0.91	0.06	22.02	0.05	72.47	1.23

Sources: 1998 District Census Reports of D.I. Khan, Sargodha, Jhang, Khushab Mianwali, Sahiwal, Pakpatten, Lodhran, Multan, Rajenpur, Leiah, Bahawalpur, Bahawalnagar.

(ضمیمہ ب)

COMPARISON OF INDUSTRIAL UNITS

Decade / Years	Distt. Multan	Distt. Faisalabad	Distt. Lahore
1920-30	5	4	11
1931-40	0	1	6
1941-50	10	10	29
1951-60	24	74	111
1961-70	48	63	72
1971-80	103	204	232
1981-81	85	73	171

Sources: Directory of Registered Factories, Bureau of Statistics, Punjab. Quoted from Akram Mirani, Sariki Des, (Lahore: 1987), P. 94.

(ضمیمہ ج)

BASIC FACILITIES IN SOME DISTRICTS OF THE SIRAIKI BELT (1984)

	D.I. Khan	Rajenpur	Muzaffargarh	Leiha	Bahawalpur	Bahawalnagar	Raheem Yar Khan	Multan	Vihari	Sahiwal	Bhaker	Mianwali	Jhang
Population	944000	639000	1498000	667000	1453000	1374000	1841000	2,710,000	1329000	2125000	666000	712000	1978000
Area (Km)	15178	9010	8250	6290	24830	8877	11880	6498	4364	2925	1853	5840	4153
Roads (Km)	471	344.43	613	368	932	638	813	879	539	578	493	4747	790
Health (Beds)	333	144	353	72	1089	456	115	1759	317	760	93	337	606
Government Servants	9480	4242	12932	5514	16410	12888	13783	27385	8290	16387	5026	9184	13550
Primary Schools	1154	719	1361	629	1366	1716	2069	2447	1113	1660	724	919	2104
Middle Schools	94	91	105	50	123	141	188	227	80	137	44	97	161
High Schools	46	22	48	25	69	71	88	134	44	74	28	46	71
Colleges	4	4	6	2	9	9	8	13	5	8	2	5	10
Hospitals	4	3	5	1	6	5	7	22	3	8	2	4	8
Dispensaries	26	9	31	19	52	52	59	83	53	39	19	21	56
Rural Health Centers	4	5	5	2	6	20	7	8	4	5	4	4	11
Basic Health Centers	22	8	39	12	33	107	39	73	31	46	–	–	–

Sources: Bureau of Statistics, Government of the Punjab, Lahore. Quoted Akram Mirani, Sariki Des, (Lahore: 1987), P.107.